بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

رسول اور نبی کا فرق

ترتیب وتحقیق: محمّد نامدار خان بوزئی

رسول اور نبی میں فرق کے بارے میں دیوبندی عالم محترم ادریس کاندھلوی (مرحوم) اپنی بہت ہی مشہور ومعروف تصنیف ''عقائدِ اسلام'' کے صفحہ:۴۴ پر لکھتے ہیں:

''رہا یہ امر کہ رسول و نبی میں کیا فرق ہے سو بعض علماء کے نزدیک تو نبی و رسول ایک ہیں لیکن صحیح یہ ہیکہ رسول کا مرتبہ نبی سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ احادیث میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زائد آئی ہے اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ آئی ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس لیے محققین نے نبی اور رسول میں یہ فرق کیا ہے کہ نبی وہ برگزیدہ بندہ ہے کہ جس پر اللہ کی وحی آتی ہو اور وہ ہدایتِ خلق اور تبلیغ احکامِ الٰہیہ پر مامور ہو، خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو اور انبیاء کرام میں سے جس کو من جانب اللہ کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو۔ مثلاً اس کو کوئی نئی کتاب یا کوئی نئی شریعت دی گئی ہو یا منکرین ومکذبین کے مقابلے کا حکم دیا گیا ہو یا کسی نئی امت کی طرف اس کو مبعوث کیا گیا ہو تو اس کو رسول کہتے ہیں۔ غرض یہ کہ رسول کے لیے یہ ضروری ہیکہ انبیاء کرام میں سے اس کو خصوصی امتیاز حاصل ہو لیکن رسول کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس پر کوئی نئی کتاب نازل ہوئی ہو یا نئی شریعت نازل ہوئی ہو۔ اس لیے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بالاتفاق رسول تھے لیکن ان پر کوئی کتاب اور شریعت نازل نہیں ہوئی۔ نیز ایک حدیث سے ظاہر ہیکہ

رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور کتابوں کی تعداد ایک سو چار ہے، معلوم ہوا کہ رسول کے لیے جدید شریعت کا ہونا ضروری نہیں۔'' [صفحہ:۴۴]

محترم کاندھلوی صاحب کے خیالات قابلِ گرفت ہونے کے باوجود مضمون کی تاویلات میں معتقدین نے ایسی ایسی باتیں ڈال دیں کہ اُن کے علاوہ دیگر حضرات بھی اصل مفہوم ومنشاء سے بہت دور ہو گئے۔ مندرجہ بالا بیان کے چند جملوں کو راقم الحروف نے under line کیا ہے۔ کیونکہ ہم ان خط کشیدہ سطور کے مواد کا جائزہ ''کتاب اللہ'' کے کی روشنی میں لینا چاہتے ہیں۔

راقم کو یقین ہے کہ ہر قاری نے اس بیان میں مندرجہ ذیل نکات نوٹ کیے ہونگے:

۱۔ اللہ کا برگزیدہ بندہ جس پر وحی آتی ہے اور جو مامور بہ ہدایتِ خلق ہو نبی ہوتا ہے، چاہے وہ ''صاحب کتاب'' ہو یا نہ ہو...... **یعنی بغیر ''کتاب'' کے بھی نبی ہوتا ہے۔**

۲۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

۳۔ جس نبی کو نئی کتاب یا نئی شریعت دی جائے وہ رسول ہے۔

۴۔ جس نبی کو منکرین ومکذبین سے مقابلے کا حکم ملا ہو وہ بھی رسول ہے۔

۵۔ جس نبی کو نئی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہو وہ بھی رسول ہے۔

۶۔ رسول کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس پر نئی کتاب یا نئی شریعت نازل ہوئی ہو۔ **اس لیے کہ:**

۷۔ **حضرت اسماعیل علیہ السلام ''بالاتفاق'' بغیر کتاب اور شریعت کے رسول تھے۔**

ان نکات کے علاوہ مضمون میں درج دیگر بیانات سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ کاندھلوی صاحب ''کتاب'' کا وہ مفہوم نہیں لیتے جو کہ قرآن کی مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی سلوک لفظِ ''رسول'' و ''نبی'' کے معنوں کے ساتھ برتا ہے۔ مثلاً لفظِ رسول کے لغاتی معنی پیامبر، پیغام پہنچانے والا یا messanger یا emissary کے ہوتے ہیں جب کہ علماء دین نے دین کے فہم کی ضروریات کے پس منظر میں اس لفظ کو اللہ کا پیغام مخلوقِ ناطق تک پہنچانے والی ہستیوں کے لیے مخصوص ومحدود کر دیا ہے۔ تا کہ ایک عام پیامبر میں اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیامبر میں فرق واضح رہا کرے، یہاں مخلوقِ ناطق سے قرآن کی مراد انسان اور ملائکہ وجن ہیں۔ چنانچہ رسولوں کے

بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسولاً و من النّاس (اللہ چن لیتا ہے [اپنے] رسول، فرشتوں اور انسانوں میں سے) [سورہ الجن:۷۵]

مندرجہ بالا آیت سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اوامر ونواہی کی تبلیغ کے لیے صرف جن، ملائکہ وانسانوں میں سے ''رسولوں'' کو منتخب کرتا ہے۔ اور چونکہ جن وملائکہ کی تخلیق نار [آگ] سے کی گئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے انہیں بھی اس زمرہ میں شامل جانا ہے۔

''رسولوں'' کا بنیادی فریضہ اللہ کی ہدایات و پیغامات بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے جبکہ ہدایات وپیغامات کے پہنچانے کے عمل کو رسالت کہا جاتا ہے۔ پس جو بھی اللہ کی طرف سے اس امر پر مامور ہوتا ہے رسول اللہ کہلاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس حقیقت کو بیشمار انداز میں کئی ایک آیات میں بیان فرمادیا ہے۔ مثلاً اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

یا قوم لقدابلغتکم رسالۃ ربّی (اے میری قوم! حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا۔) [سورہ الاعراف:۷۹]

قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ مذکورہ بالا آیت، رسول اور رسالت یعنی رسول کے فرائض، دونوں کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہے۔ آیئے اب کاندھلوی صاحب کے ایک اور بیان کا جائزہ لیتے ہیں۔

کاندھلوی صاحب فرماتے ہیں: ''**رسول کے لیے ضروری نہیں کہ اس پر کوئی کتاب یا شریعت نازل ہوئی ہو۔**'' اپنے اس استنباط کا جواز پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''**اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بالاتفاق رسول تھے لیکن ان پر کوئی کتاب اور شریعت نازل نہیں ہوئی۔**'' بالفاظِ دیگر وہ ''مرسل من اللہ'' نہیں تھے بلکہ لوگ ان کے رسول ہونے پر متفق ہوگئے اسوجہ سے انہیں ''رسول اللہ'' تسلیم کرلیا گیا۔ ان پر نہ تو کتاب نازل ہوئی تھی اور نہ ہی شریعت! (نعوذ باللہ)

محترم کاندھلوی صاحب نے یہ نہیں سونچا کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کس کے پیغامات کس کو پہنچایا کرتے تھے اور اگر وہ اللہ کے نازل کردہ پیغامات نہیں پہنچاتے تھے بلکہ کسی مخلوق کے پیغامات دیگر مخلوق

تک پہنچاتے تھے تو کیا ان کی حیثیت بالکل ایک ڈاکیہ یعنی Post man جیسی نہیں ہوجاتی؟ (نعوذ باللہ، ثمّہ نعوذ باللہ) حالانکہ خود کاندھلوی صاحب نے رسول کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ ''ہر نبی رسول نہیں ہوتا مگر ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے'' جو کہ بالکل صحیح بات ہے؛ کم از کم اسی اصول پر نظر رکھتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبی تسلیم کرتے اور قرآن میں مذکور نبوت کے مفہوم و تقاضوں کا پاس رکھ لیتے!

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عطائے ''**کتاب**'' کے بارے میں کیا ارشاد فرماتا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فيه ط (ترجمہ: لوگ ایک ہی گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبری دینے اور ڈرانیوالا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہوجائے۔[البقرہ:۲۱۳])

مذکورہ بالا آیت با آوازِ بلند گواہی دے رہی ہے کہ ہر نبی کیساتھ کتاب نازل ہوئی تھی گو کہ ان کی تفصیلات ہمیں نہیں بتائی گئیں مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور انہی جیسے سارے انبیاء صاحبِ کتاب نہیں تھے۔

اسی سبب یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اس بارے میں ہمارے اکثر علماء کی غلط فہمی کی اصل وجہ **کتاب** کے قرآنی مفہوم کا غلط تعین ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لفظِ **کتاب** کو مرادی و تشبیہاتی معنوں میں استعمال کیا جب کہ ہم نے اسے من پسند معنی پہنا دیئے۔ ہماری یہ غلطی صدیوں سے امت میں عقائدی اختلافات کا سبب بنی رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کاندھلوی صاحب نے بھی غلط اصطلاحی معنوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے عقائد بیان کیے ہیں! واللہ اعلم

اب رسولوں کے بارے میں سورہ الحدید کی آیت:۲۵ ملاحظہ فرمایئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دیکر

بھیجا اور ان کے ساتھ کتابیں اور میزان نازل کیا تاکہ قائم ہو [ان کی
قوم کے] لوگوں کے لیئے عدل!

مذکورہ بالا آیت واضح طور پر یہ ثابت کر رہی ہے کہ سارے رسول کتابوں کے ساتھ بھیجے جاتے تھے۔ ہم اس آیت کریمہ کو نہ تو منسوخ تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی متروک۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور انہی کی قسم کے دیگر سارے رسول کتاب کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہر رسول، نبی ہو! خواہ وہ نبی صاحبِ شریعت جدید ہو یا نہ ہو!

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن نے سورہ مریم کی آیت: ۵۴ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رسول ہونا بھی تسلیم کیا ہے اور نبی ہونا بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے:

**واذکر فی کتب اسمٰعیل انه کان صادق الوعد و کان
رسولا نبیاً** (اور [اس] کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کر دیجیئے،
وہ بڑا ہی وعدہ کے سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی!) [مریم: ۵۴]

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نعوذ باللہ "Post man" نہیں تھے بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی و رسول تھے!

ان تمام آیات کی روشنی میں ہمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ''صاحبِ کتاب'' ماننا لازمی ہو گیا چاہے وہ ''کتاب'' کتابِ جدیدہ ہو یا کتابِ قدیمہ!

لوگوں کے ''بالاتفاق'' کسی کو رسول مان لینے سے نہ کوئی اللہ کا رسول بن سکتا ہے اور نہ نبی اور نہ ہی غیر نبی! کیونکہ نصِ قرآنی کے آگے اجماع کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی! پس ان ماخذات کی روشنی میں علامہ محترم جناب کاندھلوی صاحب کے بیان کردہ محولہ عقائد کی اکثر نگارشات غیر قرآنی و غیر اسلامی قرار پاتیں ہیں!

ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ نص قرآنی سے جو امر ثابت ہوتا ہے وہ اصولی ہوتا ہے جبکہ فقہہ یا اجماع کے تحت جو تاویل کی جاتی ہے وہ فرع ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ دینی معاملات میں ہر چیز کے رد اور قبول کا فیصلہ آیات قرآنی وسنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں کیا جائے۔ چنانچہ ایمان اور عقائد سے متعلقہ بحث، سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں انہی آیات سے شروع ہونی چاہیے اور انہی پر ختم ہونی چاہیے۔ دین سے متعلق ہر علم، ہر رائے، ہر قیاس و اجتہاد کو ہر حال میں انہی کی پیش کردہ مبادیات اور اصولوں کا پابند رہنا ہوگا۔

جہاں تک نبی و رسول کے درمیان فرق کا معاملہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس مسلہ پر علمائے دین اسلام ہمیشہ سے مختلف الخیال رہے ہیں۔راقم کے خیال میں ان کے درمیان فرق کی مکمل کیفیت اسوجہ سے بیان نہیں کیجا سکتی کہ ہم سارے انبیاء و مرسلین کے حالات و واقعات سے آگاہ نہیں ہیں۔ارشادِ ربّانی ہے:

> وَ رُسُلاً قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّم نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ ط وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیماً (اورآپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے بیان کیئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کیے اور موسیٰؑ سے اللہ نے کلام بھی کیا۔ (النساء؛ آیت:۱۶۴)

اس پس منظر میں ہم نے اپنی گفتگو صرف ان انبیاء و مرسلین تک محدود رکھی ہے جن کا بیان قرآنِ مجید میں آیا ہے۔چنانچہ سورہ الحج کی مندرجہ ذیل آیت:۵۲ سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ دونوں یعنی نبی اور رسول کے مناصب میں فرق ہے:

> **و ما ارسلنا من قبلک من رسول ولانبی الّا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیّة فینسخ الله ما یلقی الشیطن ثمّه یحکم الله ایٰةوالله علیم حکیم** (اور ہم نے آپ سے قبل جو بھی رسول اور نبی بھیجا [اور] وہ جب کبھی [وحی سنانے کی]تمنا کرتا، شیطان اس میں آمیزش کر دیتا پھر شیطان نے جو کچھ آیت میں ملا دیا ہوتا، اللہ اس کو مٹا دیتا اور [وحی کے الفاظ کو] پختہ و مضبوط کر دیتا اور اللہ دانا و حکمت والا ہے۔

جب کہ دیگر آیات سے یہ واضح ہوتاہیکہ فرق،ان پر عائد کردہ ذمہ داریوں اور کمالات و معجزات وِ وسعتِ دائرہ تبلیغ میں پایا جاتا ہے؛ جس کا صحیح اور مکمل علم صرف اللہ یا اس کے انبیاء و مرسلین ہی کو حاصل ہے!

رسولوں کے بارے میں ایک اہم نشانی یہ ضرور بیان کی گئی ہے کہ ہر رسول کی آمد پر اللہ کی طرف سے ’’میزان ‘‘ کا قیام عمل میں آتا ہے۔کیونکہ عذابِ الٰہیہ کے اطلاق کے اصول کے تحت انتباہ کرنے والے سارے رسول ’’بیّنہ‘‘ پر ہوتے ہیں اور نزولِ عذاب سے قبل اللہ کی حجّت کے اتمام کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور اس طرح

اللہ کی طرف سے اُس حجّت کی تکمیل ہو جاتی ہے جو نزولِ عذاب سے قبل اللہ نے اپنے پر لازم کر لی ہے ۔اسطرح اس اتمام حجّت کے بعد قوموں پر نزولِ عذاب کے ،مقرر کردہ اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی یا یوں کہہ لیجیے کہ ''میزان'' قائم ہو جاتا ہے جو کہ عدل و انصاف کا اہم ترین تقاضہ ہے ۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں ارشادِ ربّانی ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا

(اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں ۔[بنی اسرائیل:۱۵])

جبکہ وہ حضرات جو مطلقاً نبی ہوتے ہیں،ان کے بارے میں قرآنِ مجید میں ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا!

علامہ کاندھلوی صاحب نے اپنے مضمون میں رسول کا نبی سے مرتبہ میں بڑا (افضل) ہونا بیان کیا ہے ۔راقم الحروف کو اس عقیدے سے بھی اختلاف ہے کیونکہ اپنے مضمون میں علامہ کاندھلوی نے اپنے استنباط کی بنیاد ایک بہت ہی مقبولِ عام مگر سخت ضعیف حدیث پر رکھی ہے ۔چنانچہ سعودی حکومت کی جانب سے تقسیم کیے جانیوالے قرآنی نسخہ کے صفحہ: ۲۷۵ کے تفسیری حصے پر لکھا ہے :

> ''جن انبیاء و رسل کے نام و واقعات قرآن میں بیان نہیں کیے گئے ان کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ایک حدیث میں جو بہت مشہور ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک حدیث میں آٹھ ہزار تعداد بتلائی گئی ہے ۔لیکن یہ روایات سخت ضعیف ہیں ۔''

راقم الحروف آسمانی کتابوں کے بارے میں یہ ایمان رکھتا ہے کہ بنی نوع انسان کے لیے اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ''کتابیں'' انبیاء و مرسلین کی حسب ضرورت :ہدایات ،احکامات ، واقعات ،امثال ،انذار و بشارات ،تشبیہات ،قصص اور دعاوں سے مزیّن ہوتیں ہیں ۔البتہ ان میں استثنا ''زبور'' کو حاصل رہا ہے جو کہ صرف دعاؤں پر مشتمل ''کتاب'' تھی ۔ چنانچہ علامہ محمّد عبدالرّشید نعمانی صاحب ''لغات القرآن'' صفحہ: ۱۳۰ پر علامہ بغویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''زبور وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرتِ داوٗد علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا، یہ ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل ہے جو تمام تر دعاء و تمحید و تمجید اور حق تعالیٰ کی شان میں ہیں ان میں حلال و حرام اور فرائض و حدود نہیں ہیں ۔''

یہاں ایک ضمنی مگر اہم بات یہ ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام شریعتِ موسوی کے ''تابع رسول'' ہونے کے ساتھ ساتھ ایک غیر تشریعی کتاب کی رسالت کے ذمہ دار بھی تھے۔ یقیناً اس قسم کی صورتِ حال ہمیں دعوتِ فکر دیتی ہے اور ''کتاب، نبوت و رسالت'' سے متعلقہ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے جن کے ساتھ امت مسلمہ گذارہ کر رہی ہے!

اللہ سے تکلم کے بارے میں عرض ہے کہ اس تکلم کی بھی اقسام ہیں ملاحظہ ہو سورہ الشورے کی آیت: ۵۱۔ اس میں سے صرف وہ ذریعہ بند ہوا ہے جو کہ جبرائیل علیہ السلام کے ''واسطہ'' یا توسط سے مخصوص تھا۔ باقی دیگر سارے ذرائع تکلم جاری رہے۔ واضح رہے کہ اللہ سے کلام و مکالمہ کے سارے ذرائع کبھی بند نہیں ہوئے کیونکہ اللہ سے رابطوں کا تسلسل، ہر زمانے کے خاصانِ خدا اور اولیاء اللہ کے ملفوظات اور زندگی کے حالات سے ثابت ہے مگر یہ بھی جاننا چاہیے کہ ان کے (یعنی کسی اولیاء کے) تکلم کے مضامین شریعت کی حیثیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، شاہ ولی اللہؒ یا مجدد الف ثانی یا اور دیگر اولیاء اللہ و بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی و ملفوظات؛ محققین کے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ پس اس حقیقت کے پیش نظر یہ دعویٰ بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ساتھ ہر قسم کا ذریعہ تکلم بند کر دیا ہے۔!

جہاں تک ''کتاب'' و ''شریعت'' کا تعلق ہے، قرآنِ مجید کی مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین پر نازل کردہ محکمات و متشابہات، ان دیکھی چیزوں سے متعلق علم، قصص، عبرت کے واقعات، انذار و بشارات، اخبارات وغیرہ سے متعلقہ ہر دو قسم کی وحی (وحی متلو و غیر متلو جس میں اس کی ساری اقسام شامل ہیں) کے مجموعہ کو اللہ نے تشبیہاتی معنوں میں ''کتاب'' کا نام دیا ہے۔ جب کہ ''شریعت'' اسی کتاب کے مضامین میں سے ایک مضمون ہوتی ہے جو کہ دینی و معاشرتی و عائلی اصولِ تہذیب کے کلیات و مبادیات اور قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں تبدیلیاں ارتقائے انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی منصوبہ بندی کے تحت اللہ تعالیٰ خود متعارف کرواتا رہتا تھا۔

اس بارے میں قرآن فہمی کی کمی کے باعث پیدا شدہ الجھن سے نجات صرف اس وقت ملتی ہے جب ہم ''کتاب'' کے مفہوم سے صحیح واقفیت حاصل کرلیں اور قرآن میں مذکور حقائق کو تسلیم کرلیں کہ ایسے انبیاء و مرسلین جو کسی نئی شریعت کے حامل نہیں تھے بلکہ ان سے پہلے موجود شریعت کی تبلیغ کی ذمہ داری لے کر

آیا کرتے تھے جنہیں بعض علمائے اسلام نے ''غیر تشریعی انبیاء و مرسلین'' کہا ہے؛ از روئے قرآن صاحبِ کتاب ہوتے ہیں جب کہ ہر ''کتـــــاب'' شریعتِ جدیدہ نہیں ہوتی۔ اس امر کو مختصراً اس طرح سمجھ لیں کہ ''کتـــــاب'' کے مضامین میں ایک مامور من اللہ رسول کے لیے ذاتی و غیر تبلیغی نوعیت کی ہدایات کے علاوہ شریعتِ جدیدہ بھی ہو سکتی تھی یا پہلے سے نازل شدہ شریعت بھی! جس کی مثالیں حضراتِ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام یا حضراتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی نبوتیں و رسالتیں پیش کرتی ہیں۔ راقم الحروف کو محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور کے بعد سے زیرِ بحث مضمون کے discourses پر معلومات اور تحقیق کی کمی کے علاوہ مسلکی اختلافات نے عقائد میں ابہام و confusion کو فروغ دیا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے یہ کہ معلومات و تحقیقات عربی زبان میں موجود ہوں جن کے تراجم ہم تک نہ پہنچے ہوں۔ (واللہ اعلم)

والحمد لله رب العالمين

مصادر و منابع:

۱۔ قرآنِ کریم معہ اردو ترجمہ و تفسیر — محمّد جونا گڑھی، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ

۲۔ عقائدِ اسلام — مولفہ: محمّد ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ، جامع اشرفیہ، مسلم ٹاون؛ لاہور

۳۔ لغاتِ قرآن — عبدالشید نعمانی، دارالاشاعت؛ اردو بازار کراچی